

رسائل وسائل

میڈیا کا مشرف بہ اسلام ہونا

سوال : آج کل میڈیا کے ذریعے قومیں بام عروج تک پہنچنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ میڈیا معاشرے میں ڈش ائپٹا، وی سی آر، فنی وی، انٹرنیٹ، کیبل نیٹ ورک کی صورت میں موجود ہے، اس حوالے سے لوگوں میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ اگر اسلامی حکومت قائم ہو گئی تو میڈیا کے تمام ذرائع فوراً آپنے کردیے جائیں گے جس طرح طالبان حکومت نے افغانستان میں بند کیے ہیں۔ مگر کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ میڈیا کو اسلامک میڈیا بنا دیا جاسکتا ہے۔

میری الجھن یہ ہے کہ آخر میڈیا کو ہم کس طرح اسلامک بنائے ہیں؟ کیا اُن وی پر مرد نہیں آئیں گے اور اگر آئیں گے تو کیا گھروں کے اندر عورتیں فنی وی دیکھنے سے اجتناب کریں گی؟ براہ مہربانی میڈیا کو مکمل طور پر اسلامک میڈیا بنانے کے طریق کا رپ کچھ روشنی ڈالیے۔

جواب: ۲۱ ویں صدی کے بارے میں بار بار یہ بات کہی جا رہی ہے کہ یہ معلومات کے برععت اثر انداز ہونے والی صدی ہے۔ اسی لیے انفارمیشن ٹکنالوژی، انٹرنیٹ اور میڈیا کے انقلاب کو اس صدی کا انتیاز قرار دیا جا رہا ہے۔ آپ نے اپنے سوال میں میڈیا کے ذریعے اقوام کے عروج تک پہنچنے کا ذکر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قوموں کے عروج و زوال کا تعلق ان کے اخلاق و کردار، قوانین فطرت کو سمجھنے اور ہبہ وی کرنے، اور وقت اور قوت و محنت کے صحیح استعمال سے ہے۔ اس میں میڈیا کا کردار بلاشبہ اہمیت رکھتا ہے، لیکن تھا میڈیا یا ذرائع ابلاغ کے ذریعے کوئی قوم ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتی۔ امریکہ یا یورپ میں بیٹھا ہوا ایک شخص اگر صحیح و شام سیٹلائز کے ذریعے سائنسی ترقی کی کمائی سنتا رہے اور خود کوئی حرکت نہ کرے تو معاشی اور سیاسی طور پر وہ جمال تھا وہیں رہے گا۔ ہاں، اگر وہ سائنسی ترقیات سے آگئی کے بعد اپنے ذہن کو استعمال کرتے ہوئے خود کوئی نئی راہ دریافت کرے گا یا کوئی ایجاد کرے گا تو یہ ایجاد اس کی معاشی ترقی کا باعث بن سکتی ہے۔

دوسری بات جو آپ نے سوال میں اٹھائی ہے، اس کا تعلق خود اسلام کے تصور معلومات اور تفریغ و

تعلیم سے ہے۔ قرآن کریم نے انسانوں کی اخلاقی جواب دینی کے حوالے سے جو اصول بیان فرمایا ہے اس کا تعلق محض نظری معلومات سے نہیں ہے بلکہ وہ ساعت، بصارت اور فکر کے عملی پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُوَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَارَ عَنْهُ مَشْفُولًا ۝ (بنی اسرائیل ۷: ۳۶) یعنی آنکہ، کان اور دل سب ہی کی بازپرس ہونی ہے۔

گویا ہم جو کچھ سنتے ہیں، جو کچھ دیکھتے ہیں اور جو نتائج غور و فکر کر کے (فواد) اخذ کرتے ہیں ان سب پر اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی کرنی ہوگی۔ یہ آیت مبارکہ دعوت دینی ہے کہ ساعت (audition)، بصارت (vision) اور فواد (cognition) کا صحیح اخلاقی استعمال کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر عمل کیا جائے۔ یہاں یہ بات نہیں کہی گئی ہے کہ ساعت و بصارت کو چھٹی دے کر محض قیاس اور علم و مکان کو رہنمایا لیا جائے۔

بصارت کے صحیح استعمال کے لیے ان تمام علوم (sciences) میں کمال حاصل کرنا ہو گا جن کی بنیاد مشاہدے اور تجربے پر ہے۔ ساتھ ہی جو علم کتابی شکل میں پایا جاتا ہے اسے بھی حاصل کرنا ہو گا۔ اسی طرح ساعت کی جواب دہی سے عمدہ برآ ہونے کے لیے صرف ان معلومات کو کافیوں کے ذریعے سے دل و دماغ تک پہنچنے رہنا ہو گا جو مفید اور اخلاقی ہوں۔ ان دونوں ذرائع علم کو دھی الہی (قرآن و سنت) کی روشنی میں دل و دماغ کی تجربہ گاہ (laboratory) میں جانچ پر کہ کر جدید تحقیقات اور تحقیق علم کے عمل کو اختیار کرنا ہو گا۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد ہی ایک شخص سمع و بصر و فواد کی مستولیت کی ذمہ داری پوری کر سکتا ہے۔ اس تمہید کے بعد سوال کے دوسرے حصے کی طرف آتے ہیں۔ میڈیا یا طباعتی اور کمیابی ذرائع ابلاغ پر اس وقت عملاً شیطان کا قبضہ ہے۔ اگر ہمیں عالمی حالات سے واقفیت حاصل کرنی ہو تو سی این این اور بی بی سی کی آنکھوں اور کافیوں سے حالات کو دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔

تفریغ کے لیے ہم سرحد پار کی اخلاق و شمن فلموں، گافوں اور عربیاں دیکھو پروگراموں کی طرف ہاتھ پڑھاتے ہیں اور خود ہماراٹی وی احساس کتری کا شکار ہونے کے سب سرحد پار کے پروگراموں کی نقل کو اپنی فن کاری سمجھتا ہے۔ اس صورت حال میں ایک حل تو یہ ہے کہ اگر آپ کے گھر میں ٹی وی یا وی سی آر ہے تو آپ دونوں کو زمین میں وفن کر دیں، اور خود کو یہ سمجھالیں کہ آپ نے میڈیا کے شیطان کے خلاف جہاد کا ثبوت پیش کر دیا ہے۔ لیکن ایسا کرنے کے باوجود آپ کے پڑوس میں ڈش پر وہ سب کچھ آتا رہے گا جس سے بچنے کے لیے آپ نے اپناٹی وی اور وی سی آر زمین میں دفن کیا۔ اور خود آپ کے اپنے بچے اور پڑوس کے بچے شیطانی میڈیا سے متاثر ہوتے رہیں گے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ آپ فنی کمال کے ساتھ تبادل پروگرام بنا کیں جن میں ڈرامے بھی ہوں، نغمے بھی ہوں، دستاویزی پروگرام بھی ہوں گویا

تعلیم و تفریق اور معلومات کو تعمیری اور اخلاقی نقطہ نظر سے ٹی وی اور ریڈیو پر نشر کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں یہ وہ طریقہ ہے جسے قرآن کریم نے یوں کہا ہے کہ ”بلاشبہ نیکیاں برا بیوں کو دور کر دیتی ہیں“ (ہود: ۱۱۳)۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیطانی میڈیا کی جگہ اسلامی میڈیا میں کیا صرف تلاوت قرآن، درس حدیث اور تاریخ اسلامی کے اسباق، قولیاں اور نبے نبے، خلک اور نیند آور تقریبیں ہی ہوں گی یا اسلامی میڈیا کے علم بردار فنی طور پر ایسی تخلیقی اور تعمیری و ستادیزی فلمیں، ڈرامے اور نغمے پیش کر سکیں گے جو ناظرین اور سامنیہ کے لیے دل چسپ اور معلوماتی بھی ہوں؟

عملی طور پر بعض مسلم تنظیموں نے اس میدان میں کام کر کے ہمارے لیے بہت سوالات پیدا کر دی ہے۔ ترکی میں رفاه پارٹی کے زیر اثر نوجوانوں نے کارٹون، تاریخی شخصیات اور اخلاقی موضوعات پر بچوں اور بڑوں کے لیے ایک دو نئیں، بیسیوں ویڈیو پروگرام فنی مہارت کے ساتھ تیار کیے ہیں۔ ان میں سے بعض کو دیگر زبانوں میں dubb بھی کر دیا گیا ہے۔ شکاگو میں Sound Vision نامی ادارے نے بچوں کے لیے دل چسپ پروگرام اور کارٹون ویڈیو پر بنائے ہیں۔ یہ سب فنی لحاظ سے معیاری ہیں۔

یہ بات بھی واضح ہو جانی چاہیے کہ جدید اور کلاسیکی موسیقی کو نظر انداز کر کے اور نیم عربیاں خواتین کو ڈراموں اور نعت جیسے پروگراموں میں لائے بغیر بھی دل چسپ اور فنی لحاظ سے معیاری پروگرام بنائے جاسکتے ہیں۔ اسلام نے جہاں اور جس حد تک تفریق کے ذرائع کو جائز قرار دیا ہے اسے بلاوجہ حرام قرار دیے بغیر ان کا استعمال ہو سکتا ہے، مثلاً وف اور ڈھول کے استعمال کی کوئی ممانعت نہیں۔ چھوٹی بچیوں کے مل کر نغمہ گانے کا ذکر حدیث میں موجود ہے۔ اخوان المسلمون مصر نے امام حسن البنا کی قیادت میں ایک پورا شعبہ اسلامی ڈراموں اور نعمتوں کا بنیا تھا جو پورے عالم عربی میں مقبول ہوا۔ یاد رہے امام البنا کے والد عبدالرحمن البنا ایک مشہور محدث، اور امام البنا، خود جامعہ الازہر کے فارغ تھے۔ بلاشبہ اسلام لہو الحدیث کو حرام قرار دیتا ہے، موسیقی کی ممانعت کرتا ہے، لیکن اس کے ساتھ آلات موسیقی کے بغیر حسن صوت کی بہت افزائی بھی کرتا ہے۔ چنانچہ مؤذن کے تقریر اور قرآن کریم کی تلاوت کے لیے حسن صوت پر زور دیتا ہے۔ حضورؐ، حضرت حسان بن ثابتؓ سے شعر سننا پسند فرماتے تھے۔ اگر توازن اور اعتدال قائم رکھتے ہوئے میڈیا کو اسلامی روایت کے فروع کے لیے استعمال نہ کیا گیا تو شیطانی ثقافت ہماری نیک خواہشیں، اور اس ثقافت کے لیے بدعماوں کے باوجود ہمارے معاشرے کو جہاں اور ہماری اخلاقی بندیاں کو متاثر کرتی رہے گی۔

ثقافتی ابلاغ عامہ کی لیغوار دور جدید کا ایک حربہ ہے۔ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔ اس لیے ہمیں قرآن و سنت کی بنیاد پر اس میدان میں چیلنج قبول کرتے ہوئے جامد روایت پرستی سے آزاد ہو کر اسلامی اخلاق، جیا

اور طہارت کے دائرے میں رہتے ہوئے تحریکات کرنے ہوں گے۔ اگر خلوص نیت کے ساتھ ایک وقت اور ضرر کو دور کرنے کے لیے اجتناد کیا جائے، اور اس میں بالفرض غلطی بھی ہو جائے تو حدیث نبوی "کی روشنی میں کسی معصیت کا ارتکاب نہیں ہو گا بلکہ ایک اجری مل جائے گا۔ اور اگر یہ اجتناد، جس کی پوری امید ہے، درست ہو، تو ان شاء اللہ دہرا اجر ملے گا۔

مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ اسلامی نظام حکومت کے نفاذ کے بعد نہ تو ٹوی وی بند ہو گا، نہ ریڈیو بلکہ دونوں موثر ذرائع کو اخلاقی، تعمیری اور معلوماتی پروگراموں کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ ہمارے علاوہ جن ممالک میں اسلامی نظام لانے کی کوشش کی گئی ہے، مثلاً سوڈان اور ایران، کیا وہاں ٹوی اور ریڈیو بند کر دیے گئے؟ یہ خیال بھی غلط ہے کہ ٹوی اور کوئی مرد نظر نہیں آئے گا اور صرف انسانی سائے کام کرتے نظر آیا کریں گے۔ کیا حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ عائشہؓ کو ایک موقع پر اپنے شانہ مبارک پر سر رکھ کر جبشی کرتب کرنے والوں کے کرتب دیکھنے سے منع فرمایا تھا؟ بلاشبہ اسلام غرض بصر کا حکم مردوں اور عورتوں دونوں کو دیتا ہے، لیکن کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ خواتین کسی بھی فرد کی طرف بغور نہیں دیکھ سکتیں؟ اگر یہ بات درست ہے تو کوئی خاتون بھی عقلاء کسی مرد کے بارے میں قانونی شادوت کی شرط پوری نہیں کر سکتی۔ ظاہر ہے شادوت کی بنیاد یقینی طور پر مشاہدے پر مبنی ہے۔ اسلام ان انتہاؤں کے درمیان ہے جن میں ہم پھنس کر رہے گئے ہیں۔ کسی مرد کو دیکھنے کے دوران نگاہوں کا اس کے بالوں یا چہرے میں الجھ کر رہ جانا اور اسے اپنا منتظر نظر پہنچانا، اس کی تصویر کو اپنے کمرے میں لگانا، اس کے نام پر اپنی اولاد کا نام رکھنا، ان سب خلاف شرع افعال سے مکمل طور پر اجتناب کرتے ہوئے بھی ایک صالح، فطری مگر اخلاقی تصور تفریح میڈیا کے ذریعے سے پیش کیا جاسکتا ہے۔ ضرورت نظری گفتگوؤں کی نہیں، عملًا ایسے پروگرام پیش کرنے کی ہے جن کو دیکھنے کے بعد ہمارے انتہائی محاط فتحا بھی اپنی رائے میں نزدیکی کرنے پر آمادہ ہو جائیں (ڈاکٹر انیس احمد)۔

دعوت دین اور رکنیت جماعت

س: میری ایک ملنے والی جماعت اسلامی کی کارکن ہیں۔ انھیں امیدوار رکنیت کا فارم بھی دے دیا گیا ہے اور ان کی ساتھی خواتین بار بار ان سے پوچھتی رہتی ہیں کہ وہ کب امیدوار بنیں گی؟ مگر انھیں فارم پڑ کرنے میں کچھ ابھسن ہے۔ وہ جماعت کے پروگراموں میں شرکت کرتی ہیں، ماہوار رپورٹ بھی دیتی ہیں۔ اعانتیں جمع کرنا، تنظیمی پروگرام کی ذمہ داری اٹھانا، مہمات میں اپنی استطاعت کے مطابق حصہ لینا جیسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتی ہیں۔ ان کے شوہر جماعت کے